قوم پرستی یا روایت پرستی بمقابلہ مرکزیت

"مختصر لفظوں میں اس وقت انتہائی اہم بات یہ ہے کہ جہاں مختلف نسلوں کے درمیان روابط کو استوار کرنے کے لیے پروگرامز کا تعین کیا جائے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی نہایت اہم ہے کہ بڑی اور چھوٹی سب قومیتوں کے سماجی، اقتصادی اور روحانی شعبہ ہائے زندگی کے لیے قابلِ عمل سفارشات مرتب کی جائیں۔ ہر قومیت کے لیے معاشی اور سماجی فلاح و بہبود، سائنس اور ثقافت کی بلاروک ٹوک ترقی، ماحولیاتی وسائل کی حفاظت اور ان کے موزوں استعمال کے لیے فضا سازگار ہونی چاہیے۔ قومیتوں کے حقوق میں نہ تو کوئی تبدیلی کی جائے اور نہ ان میں کسی قسم کا امتیاز ہو۔ یہ تقاضا پورا کیا جانا ابھی باقی ہے کہ قومی گروہوں کی سرکاری محکموں میں نمائندگی سمیت، قانونی حیثیت بحال کی جائے"۔

قومی حقوق کے مطالبات اور سفارشات، ترجیحات میں سرفہرست ہیں۔ لیکن گذشتہ 70 سال کے عرصے میں بدقسمتی سے صورت حال اس کے بالکل الٹ رہی ہے۔ نتیجتاً حکمرانوں، اور بالخصوص روسیوں، کے خلاف جو کہ ہمیشہ اقتدار میں اعلیٰ سطح پر رہے ہیں، شدید بے اعتمادی پائی جاتی ہے۔ مساوی حیثیت محض کاغذوں تک ہی محدود ہے۔ وسطی ایشیائیوں اور آذربائی جانیوں کی ثقافت اور تعلیم کو دوسری قومیتوں کی طرح نقصان پہنچا ہے۔ اس بنیاد پر ان کا استحصال کیا گیا کہ ان کی تعلیم اور ثقافت کم معیار کی تھی۔ لیکن اس پسماندگی کو دور کرنے کے لیے جو اقدامات کیے گئے، وہ مقامی ثقافت کو تباہ کرنے اور اسے روسی ثقافت میں ضم کرنے پر منتج ہوئے۔ اس تمام عرصے میں کمیونسٹ پارٹی نے پالیسیاں بنائیں مگر وہ قومی مفاد سے تہی دامن تھیں۔ چنانچہ پارٹی اعتماد کھو بیٹھی ہے۔

ٹوٹے ہوئے اعتماد کی بحالی اور کشادگی کے اظہار کے لیے ایک حالیہ کوشش میں پارٹی نے اپنے سر سے الزامات اتار ڈالنے کے لیے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ موجودہ تمام ترخرابیوں کا اصل ذمہ دار گورباچوف سے پہلے کا دور ہے۔ "Partiinanya Zhizn" کے مطابق قومیت کے سوال پر کمیونسٹ پارٹی آف سوویٹ یونین کی دستاویز میں اعتراف کیا گیا ہے کہ بڑھتے ہوئے قومیتی مسائل کی بڑی وجہ عوام پر جبر و استبداد ہے۔ تاہم پارٹی کی Openness کے بارے میں لوگوں کا رویہ کچھ زیادہ ہمدردانہ نہیں۔ سیاسی حقوق کی بحالی، ثقافتی تشخص کے تحفظ،

قومی زبانوں کے تعارف، ثقافتی ورثے کی حفاظت اور کریملن کے اختیارات کی جمہوریتوں میں تقسیم کے لیے تحریکیں پہلے سے چل رہی ہیں۔ لیکن متذکرہ مطالبات ماننے کی رفتار اتنی سست ہے کہ اس کے نتیجے میں خود مختاری، کامل آزادی اور علیحدگی کی تحریکیں پھوٹ پڑی ہیں۔

۴ مذہب کے کردار کو لیجیے۔ سوویت یونین میں قوم پرستی کے شانہ بشانہ مذہب کا اہم کردار کبھی ختم نہیں ہوا۔ مسلم علاقوں میں حالیہ جمہوری تحریکیں، مقامی قوم پرستی کی ترویج میں اسلام کے اثر و نفوذ کو امکانی طور پر نظر انداز نہیں کر سکتیں۔ مقامی پارٹی چاہے جو پالیسی بھی اختیار کرے اور یہ پالیسی کتنی ہی سیکولر کیوں نہ ہوں۔ سابقہ تجربات سے یہ بات عیاں ہے کہ پارٹی اسلام کے کردار کو جھٹلا نہیں سکتی جو اس نے ماضی میں ادا کیا اور مستقبل میں ادا کرے گا۔

مسلمانوں کے مختلف نسلی گروہ، بالخصوص وسطی ایشیا میں، شاید اپنی اپنی قومی ثقافتوں کے احیاء کے لیے کوشاں ہوں۔ لیکن بنیادی انسانی اقدار کے معاملے میں وہ اپنے معمولی اختلافات کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور صرف اسلامی اخلاقی قدریں ان کا رویّہ طے کرتی ہیں۔ مثلاً وسطی ایشیا میں شراب نوشی اور منشیات کے خلاف مہم میں اسلامی حل ہی کو لوگوں نے تسلیم کیا ہے۔ اور یہ ۳ ایسی حقیقت ہے جسے امام اپنے خطبوں میں وقتاً فوقتاً دہراتے رہتے ہیں۔ ان علاقوں میں جہاں ماسکو کی مرکزی گرفت پہلے جتنی سخت نہیں رہی، متعدد نئی تحریکیں، اقتصادی، ثقافتی اور سیاسی شعبوں میں اسی طرز کے حل پیش کرتی ہیں۔ بہت سی تحریکیں پہلے ہی اس بات پر اصرار کرنے لگی ہیں کہ ان مذہبی اقدار کا مثبت جائزہ لیا جائے جو ان کے آباء و اجداد نے وسطی ایشیا میں پھیلائی تھیں۔

قومی محاذ، گو اپنی شکل و صورت میں مختلف ہیں، لیکن وہ اپنے مقاصد کے حصول اور پورے وسطی ایشیا اور آذربائیجان میں اس احساس کو اجاگر کرنے میں متحد ہیں کہ ان کی پسماندگی کی وجہ اوپر سے مسلط کردہ وہ پالیسی ہے جو علاقے کے حوالے سے غیر اخلاقی ہے۔

تمام قومی تحریکیں بڑی سرگرمی سے متحدہ محاذ کی تشکیل کی کوشش کر رہی ہیں جس میں قومی سیکولر محاذ اور سرگرم اسلامی گروپوں کے علاوہ ایسی دیگر جماعتیں بھی شامل ہوں گی جو ترکستان کی علیحدہ ریاست کے قیام کی حامی ہیں۔ علیحدگی کی تحریک کے مختلف اجزاء باہم منسلک نہیں ہیں اور وہ بالٹک ریاستوں کے برعکس ابھی خام حالت میں ہے۔ لیکن قوم پرستی کا جذبہ اتنا شدید ہے کہ بہت سے مبصرین یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ ایک دفعہ جب یہ تحریک علاقے کو اپنی لپیٹ

میں لے لی گی تو یہ بالآخر آزادی پر منتج ہوگی۔

مشرقی یورپ

"براہ مہربانی ترکی مت بولیے! ہم بلقانی ہیں"

گذشتہ موسم گرما میں بلغاروی قوم پرستوں نے عام ہڑتال کا اعلان کر دیا۔ انہوں نے سڑکوں کی ناکہ بندی کی اور فیکٹریوں، سرکاری عمارات اور ریڈیو سٹیشن پر قبضہ کر لیا۔ وہ اس بات پر احتجاج کر رہے تھے کہ پارٹی کے ایک رہنما کو جو ترک نسل کی نمائندگی کرتے ہیں، پارلیمنٹ میں ان کے سلاوی نام کے بجائے اصل ترک نام سے کیوں متعارف کرایا گیا ہے۔ ژِوکوف کے دور میں ترکوں کو سلاوی نام رکھنے پر مجبور کر دیا گیا تھا۔

قوم پرستوں نے ہڑتال اس وقت ختم کی جب قومی پارلیمنٹ نے ایک قرارداد منظور کی جس میں ملک کے نسلی گروپوں کے اثر و نفوذ کا جائزہ لیے جانے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ قوم پرست اب یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ ترکی زبان کے کھلے عام بولنے پر پابندی عائد کی جائے۔ انہیں خدشہ ہے کہ ترکی ثقافت کے سامنے ان کی قومی ثقافت ماند پڑ جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی رومانیہ سے آمدہ اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ رومانیہ کے قوم پرست اپنے ہاں ہنگری نسلی اقلیت کے خلاف یہی موقف اختیار کر رہے ہیں۔

رومانیہ اور بلغاریہ کے قوم پرستوں کے خیال میں کمیونزم کے خاتمے نے ہنگرین اور ترکوں کو اپنی سلطنتوں کو دوبارہ استوار کرنے کا شاندار موقع فراہم کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ رومانیہ میں ہنگرین اقلیت اور بلغاریہ میں ترک نسل ان کے درمیان پانچویں کالم کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان الزامات کے باوجود ان اقلیتوں کے نمائندہ سیاستدان محتاط انداز میں پُر امید ہیں۔ رومانیہ اور بلغاریہ دونوں ملکوں میں نئے آئین تیار ہو رہے ہیں اور اقلیتیں اپنے حق میں بہترین نتائج کے حصول کے لیے پوری طرح سرگرم عمل ہیں۔ ان کے مقاصد یکساں ہیں لیکن اندازِ کار نمایاں طور پر مختلف ہے۔

بلغاریہ کی دس لاکھ یا اس کے لگ بھگ ترک آبادی ملک پر عثمانیوں کے پانچ سو سالہ اقتدار کی یادگار ہے۔ ان کے حقوق 1950ء کے عشرے سے غصب کیے جا رہے ہیں۔ 1980ء کے عشرے کے وسط میں ٹوڈر ژِوکوف کی حکومت نے ان کے خلاف اپنے حملوں میں اضافہ کر دیا اور اس نے ایک علیحدہ ترک اقلیت کے وجود ہی سے انکار کر دیا۔ ژِوکوف حکومت نے کھلے